پروفیسر ڈاکٹر دلشاد بیگم پشاور

حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تعین قرآن وسنت کی روشنی میں

حقوق اللہ:

فوجداری مقدمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اولاً مقدمات کی وہ نوعیت جو حق الٰہی پر مبنی ہوں اور جن میں تمام یا زیادہ تر شریعت کا حق شامل ہوتا ہے یا فقہی اصطلاح میں اس نوعیت کے مقدمات کہلاتے ہیں جیسے حدِ زنا، سرقہ، حق ارتداد، حد شراب نوشی، حد بغاوت وغیرہ۔

اس نوعیت کے جرائم چونکہ کسی شخصی دعوی کے بغیر ہی قابلِ دست اندازی سرکار جرائم (Cognizeable offence) ہیں لہذا ادخالِ مقدمہ یا مقدمہ کی سماعت کے جواز یا مشروعیت کے لئے بلا مطالبہ عدالت گواہ گواہی دے سکتا ہے۔

حقوق العباد:

ثانیاً فوجداری مقدمات کی وہ نوعیت جن میں شرعی اور ریاستی حق کی بنسبت شخصی حق غالب ہوتا ہے، اس نوعیت کے مقدمات کی سماعت چونکہ مدعی کی طرف سے ادخال دعویٰ کے بغیر ممکن نہیں لہذا ان میں گواہ صرف اس وقت پیش ہوں گے جب مدعی دعوی داخل کر چکا ہو، مثلاً حد قذف یا حد سرقہ یا قصاص ودیت وغیرہ، یہاں یہ بھی واضح رہے کہ مدعی کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ (مذکورہ تینوں مقدمات میں) دعویٰ سے دستبردار ہو کر مدعا علیہ کے خلیفہ مقدمہ کو ختم کرے یا قبل از دعویٰ یا دورانِ سزا مجرم کو معاف کرے اور بقیہ سزا کے نفاذ کو روک دے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ صرف مالکی فقہاءؒ حدّ قذف اور حدّ سرقہ کو بھی پہلی قسم (Categary) میں رکھتے ہیں۔ انکے نزدیک جہاں عدالت دوسری ریاستی جرائم کے خلاف حسب رپورٹ بلا دعویٰ سماعت کرنے کا مجاز ہے، وہاں عدالت اس بات کا بھی مجاز ہے کہ حدّ سرقہ یا حدّ قذف میں مالِ مسروق کے مالک یا شخص مقذوف (The Defamed) کے دعویٰ کے بغیر عدالتی کارروائی شروع کرے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مال مسروق کا مالک یا شخص مقذوف اس بات کا بھی مجاز نہیں کہ سارق یا قاذف کو معاف کرے۔

سول مقدمات (Civil Suits)

سول مقدمات کا اطلاق ان تمام مقدمات پر ہوتا ہے جن کا تعلق حد یا قصاص یا تعزیز سے نہ ہو مثلاً:

۱۔ وقف برائے رفاہِ عامہ ۲۔ معبد برائے رفاہِ عامہ وغیرہ

حقوق اللہ میں یہ سول مقدمات شامل ہیں جن کا تعلق وقف برائے رفاہِ عامہ سے ہو۔ یہ وہ مقدمات ہیں جن کو ریاستی مقدمات کہا جاتا ہے جن میں ریاست یا سرکار مدعی بن سکتی ہے، ہر شہادت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ کوئی دعویٰ موجود ہو لیکن مندرجہ ذیل صورتوں میں بغیر دعویٰ بھی شہادت قبول کی جائے گی۔

ا۔　خواہ گواہان موقوفہ جگہ میں خود مقیم ہوں مثلاً دو گواہوں نے شہادت دی کہ فلاں شخص نے اپنی فلاں جائیداد مسجد میں مقیم فقراء پر وقف کر دی ہے تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی چاہے گواہاں بذات خود اس مسجد میں مقیم فقراء میں سے ہوں (۱)

البتہ اگر دو گواہ شہادت دیں کہ فلاں شخص نے اپنے مکان کے کچھ حصے کو وقف کر دیا ہے لیکن وہ یہ نہ بتلا سکے کہ اس نے کس حصے کو وقف کیا ہے تو ان کی شہادت ردّ کر دی جائے گی (۲)

اگر گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ فلاں جائیداد فلاں ادارے پر وقف ہے لیکن انہوں نے واقف کا نام نہیں بتلایا، یا یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ کس نے اس جائیداد کو وقف کیا ہے تو صحیح یہی ہے کہ انکی شہادت قبول نہیں کی جائیگی (۳)

ب۔　رمضان المبارک، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چاند کے بارے میں بھی شہادت بغیر دعویٰ قبول کی جائے گی۔

ج۔　حدِ قذف اور حد سرقہ (باختلاف فقہاء) کے علاوہ دیگر حدود میں بھی شہادت بغیر دعویٰ کے قبول کیجاتی ہے (۴)

حقوق العباد کے مقدمات میں شہادت بغیر دعویٰ کے مقبول نہیں ہوتی، برخلاف حقوق اللہ کے کہ ان کے مقدمات میں دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے اور ان کے حق تلفی پر سخت وعید آئی ہے۔ اسی طرح جرم کی نوعیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سنگین نوعیت کے جرائم پر سزا بھی سنگین مقرر کی ہے جس میں حدود اللہ کی خلاف ورزی پر معافی بالکل نہیں ہے۔ لیکن قصاص اور دیت میں اگر وارث مقتول یا مجروح معاف کرے تو دیت یا کفارہ دے کر وارثوں کے معاف کرنے پر معاف ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ المائدۃ میں آتا ہے:

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا أن یقتلوا أو یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم (۵) (سورۃ المائدۃ ۵:۳۳)

ترجمہ:　جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد (یعنی بدامنی) پھیلاتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں، یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا"

ان آیات میں قتل وغارت گری ڈاکہ زنی چوری وغیرہ کی شرعی سزاؤں کا بیان ہے۔

شرعی سزاؤں کی اقسام (حدود)

دنیا کے عام قوانین میں جرائم کی تمام سزاؤں کو مطلقاً تعزیرات کا نام دیا جاتا ہے' خواہ وہ کسی جرم سے متعلق ہوں مثلاً تعزیرات پاکستان' تعزیرات ہند وغیرہ' لیکن شریعت اسلام میں معاملہ اس سے جدا ہے' بلکہ جرائم کی سزا کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ حدود۔ ۲۔ قصاص ۳۔ تعزیرات

جن جرائم سے کسی دوسرے انسان کو تکلیف یا نقصان پہنچا ہے اس میں مخلوق پر بھی ظلم ہوتا ہے اور خالق کی بھی نافرمانی ہوتی ہے۔ ہر ایسے جرم میں حق اللہ اور حق العبد دونوں شامل ہوتے ہیں اور انسان دونوں کا مجرم بنتا ہے۔

حد اور قصاص کے لئے شریعت اسلام نے سزا مقرر کی ہے' حد قابل معافی جرم نہیں ہے جبکہ قصاص کی معافی اگر بندہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے' اس کے علاوہ باقی جرائم کی سزاؤں کے لئے کوئی پیمانہ متعین نہیں کیا بلکہ یہ قاضی کے اختیار میں ہے کہ ہر زمانہ اور ہر مکان اور ہر ماحول کے لحاظ سے جیسی اور جتنی سزا انسدادِ جرم کے لئے ضروری ہے وہ جاری کردے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر اسلامی حکومت شرعی قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے قاضیوں کے اختیارات پر کوئی پابندی لگادے اور جرائم کی سزاؤں کا کوئی خاص پیمانہ دے کر اسے اس کا پابند کردے جن جرائم کی کوئی سزا قرآن وسنت نے متعین نہیں کی بلکہ حکام کی صوابدید پر رکھا ہے۔ ان سزاؤں کو شرعی اصطلاح میں ''تعزیرات'' کہا جاتا ہے اور جن جرائم کی سزائیں قرآن وسنت نے متعین کردی ہیں وہ دو قسم کی ہیں:

ایک وہ جن میں حق اللہ کو غالب قرار دیا گیا ہے ان کی سزا کو 'حد' کہتے ہیں جس کی جمع ''حدود'' ہے۔

دوسرے وہ جن میں حق العباد کو از روئے شرع غالب مانا گیا ہے۔ اس کی سزا کو 'قصاص' کہا جاتا ہے۔

شریعت اسلام میں حدود صرف چھ ہیں:

۱۔ ڈاکہ ۲۔ چوری ۳۔ زنا ۴۔ تہمت ۵۔ شراب خوری ۶۔ حد ارتداد

یہ سزائیں جس طرح کوئی حاکم وامیر کم یا معاف نہیں کرسکتا اور توبہ کرلینے سے بھی دنیاوی سزا میں معافی نہیں ہوتی۔

ان میں صرف ڈاکہ کی سزا میں ایک استثناء ہے کہ ڈاکو اگر گرفتاری سے قبل توبہ کرلے اور معاملات سے اس کی توبہ پر اطمینان ہوجائے تو یہ حد ساقط ہوجائے گی۔ حدود اللہ میں سفارش کرنا بھی جائز نہیں اور ان کا سننا بھی جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی سخت ممانعت کی ہے۔ حدود کی سزائیں عام طور پر سخت ہیں اور ان کا نفاذِ قانون بھی سخت ہے۔ ان میں کسی کو کسی قسم کی کمی بیشی کی کسی حال میں نہ اجازت ہے نہ کوئی ان کو معاف کرا سکتا ہے۔ جہاں سزا

اور قانون کی یہ سختی رکھی گئی ہے وہیں معاملہ کو معتدل کرنے کے لے تکمیل جرم اور تکمیل ثبوتِ جرم کے لئے شرطیں بھی نہایت کڑی رکھی گئی ہیں۔ لہذا ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو حد ساقط ہو جاتی ہے بلکہ ادنیٰ سا شبہ بھی ثبوت میں پایا جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اسلام کا مسلّمہ قاعدہ اس میں یہ ہے:

الحدود تندرء بالشبهات (۶) ترجمہ: ''حدود کو ادنیٰ شبہ ساقط کر دیتا ہے''

لیکن جہاں حد شرعی معمولی شبہ یا شرط کی کمی سے ساقط ہو بھی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ مجرم کو کھلی چھٹی دے دی جائے بلکہ حاکم اس کے مناسب حال اس کو تعزیری سزا دے گا۔ فرض کریں کہ زنا کے ثبوت پر صرف تین گواہ ملیں اور گواہ عادل ثقہ ہوں مگر نصابِ شہادت جو چار گواہوں کی اس حد میں مقرر ہے نہ ملیں تو حد شرعی تو جاری نہ ہو گی بلکہ حاکمِ وقت اس کو مناسب تعزیری سزا دے گا۔ اسی طرح اگر چوری کے لئے شہادت کا نصاب مقررہ پورا نہ ہو تو دوسری تعزیری سزائیں حسبِ حال دی جائیں گی۔

اسی طرح قصاص کی سزا بھی حدود کی طرح قرآن میں متعین ہے کہ جان کے بدلے جان لی جائے زخموں کے بدلے مساوی زخم کی سزا دی جائے بخلاف قصاص کے کہ اس میں حق العبد کی حیثیت کو قرآن وسنت نے غالب قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاتل پر جرمِ قتل ثابت ہو جانے کے بعد اس کو ولی مقتول کے حوالہ کر دیا جاتا ہے' وہ چاہے تو قصاص لے لے اور اس کو قتل کرا دے اور چاہے تو معاف کر دے' لیکن معافی کے بعد بھی مجرم کو کھلی چھٹی نہیں دی جائے گی بلکہ دوسرے لوگوں کی جانوں کی حفاظت کے لئے اس کو عمر قید کی یا دوسری قسم کی سزائیں دے کر اس خطرہ کا انسداد کر سکتی ہے۔

حد کی تعریف میں بطورِ حق خدا (حقاً اللہ) سے تخصیص پیدا ہو جاتی ہے اور جرائم قصاص اور دیت کی سزائیں حد کی تعریف سے نکل جاتی ہیں' کیونکہ یہ سزائیں اگرچہ شریعت کی مقرر کردہ ہیں لیکن یہ افراد کا حق ہیں اور عقوبات تعزیر بھی حد کی تعریف سے خارج ہو جائیں گی اس لئے کہ وہ مقررہ نہیں ہیں۔

عقوبتِ مقررہ کے معنی یہ ہیں کہ شارع نے ان کی نوعیت اور مقدار کا تعین کر دیا ہے اور ان کی نوع کے اختیار اور مقدار کے تعین کو حکمران یا قاضی کی منشاء پر نہیں چھوڑا ہے اور عقوبت (سزا) کے بطورِ حق خدا (حقاً اللہ) مقرر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سزائیں اجتماعی مفاد اور سلامتی نظام سے متعلق ہیں اور فقہاء جب کسی سزا کو اللہ کی جانب منسوب کر کے عقوبت بطورِ حق خدا (حقاً اللہ) کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ نا قابل اسقاط ہے اور اسے نہ افراد ساقط کر سکتے ہیں اور نہ معاشرہ جس عقوبت سے مفادِ عامہ وابستہ ہو گا وہ حقاً اللہ ہو گی اور مفادِ عامہ یہ ہے کہ لوگوں کو فساد سے محفوظ رکھا جائے اور ان کا تحفظ کیا جائے۔ اس لئے ہر وہ جرم جس کی خرابی سے عامۃ الناس متاثر ہوتے ہوں اور اس جرم کی سزا سے انہیں فائدہ پہنچتا ہو وہ مقررہ سزا حقاً اللہ متصور ہو گی تا کہ مفادِ عامہ کا حصول اور نقصان و بگاڑ کی تلافی لازمی

ہو جائے' کیونکہ کسی سزا کے حقاً اللہ ہونے کا مفہوم یہی ہے کہ وہ افراد یا معاشرے کی جانب سے ساقط نہیں ہو سکتی۔ (۷)

بعض فقہاء جرم حد کو جنایت سے تعبیر کرتے ہیں اور جرائم حدود کو اپنی تصانیف میں ''جنایات'' کے زیر عنوان درج کرتے ہیں۔ فقہ میں جنایت کے معنی اس فعل کے ارتکاب کے ہیں جو از روئے شریعت حرام ہو اس لحاظ سے جنایت کے معنی اس فعل کے ارتکاب کے ہیں جو از روئے شریعت حرام ہو اس لحاظ سے جنایت جرم کے مترادف ہے چونکہ حدود جرائم ہیں اس لئے ان کو جنایات کہنا بھی درست ہے اور جرائم حدود کو جنایات کہہ دینے سے اس کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ ان جرائم کی سزائیں مقرر ہیں لیکن یہ بات بھی جاننے کی ہے کہ ہر حد جنایت ہے لیکن ہر جنایت حد نہیں ہے۔ اس لئے کہ جنایات میں تو جرائم تعزیر بھی داخل ہیں جن کی سزائیں غیر مقرر ہیں اور جس جرم کی سزا مقرر (متعین) نہ ہو وہ حد نہیں ہوتا' بلکہ جرمِ حد اس وقت بنتا ہے جب اس کی سزا متعین ہو اور حقاً اللہ ہو (۸)۔

جرائم حدود چھ ہیں: ۱۔ زنا ۲۔ تہمت ۳۔ مے نوشی ۴۔ چوری (سرقہ)

۵۔ راہزنی (حرابہ) ۶۔ارتداد

یہ چھ جرائم جمہور فقہاء کی رائے کے مطابق ہیں۔سوائے ابن حزم کے (۹)۔

قوانین وضوابط اسی لئے وضع کئے جاتے ہیں کہ معاشرہ کے اعمال وافعال کو مخصوص خطوط پر استوار کیا جاسکے۔مثلاً شریعت اسلامیہ زنا پر اس لحاظ سے سزا دیتی ہے کہ زنا سماجی وجود اور معاشرتی سلامتی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس سے خاندانی نظام (Family System) بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔اس سے برائی اور بے حیائی کی اشاعت ہوتی ہے' جس سے خاندان تہ و بالا ہو کر معاشرے کو بگاڑ کر اور بے راہ روی کے راستے پر ڈال دیتا ہے' جبکہ شریعتِ اسلامیہ معاشرے کو مضبوط' پیوست اور ہم آہنگ رہنے کا بہت زیادہ متمنی ہے۔

حدّ زنا کی اہمیت کو ایک باشعور انسان ہی بخوبی سمجھ سکتا ہے' فی الواقع زنا اجتماعی جرائم میں سب سے خطرناک جرم ہے اور سماجی مفاد کا تقاضا ہے کہ زنا کو بہرصورت حرام قرار دیا جائے اور اس کے ارتکاب پر سخت سزا دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اور زنا پر سخت سزائیں مقرر کی ہیں حتیٰ کے احصان کے بعد زنا کرنے والے کو زندہ رہنے کے قابل نہیں گردانا ہے کہ وہ ایک بری مثال بن گیا ہے اور شریعت کسی کو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ معاشرے کے لئے ایک بری مثال بن کر زندہ رہے۔

اسی طرح حدِ قذف جو شرعی حد ہے' اس اصول کی رو سے بے گناہ لوگ جھوٹوں کے اتہام سے محفوظ رہتے ہیں۔شریعت اسلامیہ میں قومی جرائم کے بارے میں اساسی اصول یہ ہے کہ کذب وافتراء ہر حالت میں حرام ہے اور صدق (سچ) ہر حالت میں قابل تعریف ہے۔

شریعت اسلامیہ کے اس اصول میں کوئی استثناء نہیں ہے' اسلامی شریعت جہاں انسان کی پبلک لائف کو

دھوکہ دہی اور ریاکاری سے محفوظ رکھتی ہے وہاں انسان کی زندگی کو ہوائے نفس کی پیروی سے بچاتی ہے اور سچ کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور برے کام کا بار خود برے آدمی کے اوپر ڈالا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے قذف کا ثبوت فراہم کرنے کی اجازت دی ہے اگر قاذف ثبوت فراہم کرنے سے عاجز ہو تو وہ ظالم اور مستحق سزا ہے اور یہی حدود اللہ کی خوبی ہے نیز فرمانِ الٰہی ہے:

ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم (سورۃ النور:۲۴:۲۳)(۱۰)۔

ترجمہ ''جو لوگ پاک دامن بے خبر اور مومن نفوس پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

فقہاء کرام نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم کی ہے' لیکن اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ ہر حکم شرعی اس لئے صادر ہوا کہ اس کی اتباع کی جائے۔ شریعت کا منشا ہی انسانی فلاح و بہبود ہے مثلاً جرمِ سرقہ کہ اس سے حق اللہ یعنی اجتماعی حق بھی پیدا ہوتا ہے کہ مجرم کو سزا دی جائے اور مسروق منہ کا بھی حق پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مال واپس دلایا جائے۔

حواشی و مصادر

۱۔ جامع الفصولین: ۱/۱۲۳ (الرملی خیر الدین: حاشیہ الی جامع الفصولین: طبع مصر ۱۳۰۰ھ

۲۔ نفس مصدر

۳۔ بحوالہ مذکورہ بالا ۱/۱۳۰

۴۔ ''اتحاف البصار والبصائر: ۳۰۱ (بحوالہ ڈاکٹر تنزیل الرحمان: ''اسلامی قانون شہادت'' ۷/۲۳) طبع اسلام آباد

۵۔ القرآن (سورہ المائدہ:۵:۳۳)

۶۔ السرخسی' محمد بن احمد ''المبسوط'' ۱۶/۱۳۰ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۷۰ھ

۷۔ الکاسانی' ابوبکر بن مسعود ''بدائع الصنائع فی الترتیب الشرائع'' ۷/۵۶ طبع سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ء

۸۔ الغزالی محمد بن محمد ابو حامد ''الوجیز'' ۲/۱۶۴ طبع بیروت' ۱۳۹۹ھ

۹۔ ابن حزم' احمد بن سعید ابو محمد ''المحلی'' ۱۱/۱۱۸ طبع بیروت

۱۰۔ القرآن: (سورہ النور:۲۴:۲۳)